حضور ﷺ نے آ کر انسان کو اس ظلم سے آزادی دلائی آپ ﷺ نے نعرہ دیا کہ ایک انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے، سب ایک آدم کی اولاد، ایک خدا کے بندے ہیں، نہ کوئی بڑا ہے نہ کوئی چھوٹا، اور پھر آپ نے اپنے عمل سے یہ کر کے بھی دکھا دیا، کہ عربوں کے معزز ترین قبیلہ قریش کی معزز ترین شاخ کے چشم و چراغ ہونے کے باوجود آپ ﷺ رومی نسل کے حضرت صہیبؓ، کالے حبشی نسل کے حضرت بلالؓ کو، سرخ ایرانی نسل کے سلمان فارسیؓ کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے، اور اس طرح برابری کا معاملہ کرتے جس طرح اپنے ہم خاندان کے کسی قریش کے ساتھ معاملہ کرتے، اور آپ ﷺ نے اس پر صرف عمل کر کے دکھانے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ اس کی بانگ دہل تلقین کی، آپ ﷺ کے عمل اور پھر اس کی تلقین کے نتیجے میں مساوات کی یہ رسم ایسی چلی کہ انسانی تاریخ نے پھر یہ دیکھا کہ آزاد اور معزز نسل کے مسلمان بادشاہوں کے علاوہ آزاد نسل مسلمانوں پر غلام نسل کے بھی بادشاہ ہوئے، اور اسلامی تاریخ میں بار بار ہوئے اور اس پر کسی نے یہ نہیں کہا، کہ غلام نسل کے آدمی ہم پر کیسے بادشاہ ہو سکتے ہیں (ص ۹۰)

کتاب کا یہ اسلوب پورے متن میں نظر آتا ہے، اور قاری کو دعوت عمل دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نام مجلّہ: ماہ نامہ تعمیر افکار، کراچی

اشاعت خاص: سیرت پارے

مدیر: سید عزیز الرحمٰن

ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ناظم آباد کراچی

صفحات ۹۳

تبصرہ نگار: طاہر عمر۔ جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامے والی۔ بھاول پور

تعمیر افکار ایک ماہ نامہ مجلّہ ہے جو گیارہ برسوں سے پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اس دوران اس نے کئی خاص اشاعتیں بھی پیش کی ہیں جن میں شخصیات کے علاوہ سیرت نمبر اور حال ہی میں

شائع ہونے والا دو جلدوں میں قرآن نمبر خاصا مقبول ہوا۔ ۲۰۱۰ء میں تعمیر افکار نے ایک مختصر خاص اشاعت سیرت پارے کے عنوان سے پیش کی ہے، جو اس وقت زیر نظر ہے۔ اس اشاعت کے حوالے سے مدیر مجلہ افکار تازہ کے تحت لکھتے ہیں:

> یہ نہ کوئی تحقیق ہے، نہ تالیف ہے، نہ کوئی علمی کاوش۔ بس ایک سوت کی اٹی ہے، اور ایک خوش عقیدہ بڑھیا کی سنت، ورنہ بارگاہ رسالت مآب میں یہ سطریں کیا قیمت رکھتی ہیں؟ کچھ بھی نہیں، ذرہ بھی شاید ان سے زیادہ وجود و وقعت کا حامل ٹھہرے۔
>
> اس سے قبل اس نوع کی ایک دو کاوشیں جو سامنے آئی ہیں ان میں عموماً ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ظہور قدسی کے عناوین کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس انتخاب میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ اسے پورے بیانِ سیرت تک وسیع کر دیا جائے۔ توجہ بہر حال اسلوب پر ہی رکھی گئی ہے کہ یہ تحقیق اور بیانات کی جانچ پرکھ کا موقع نہیں۔
>
> اسلوب میں بھی ادبی چاشنی و جدت تحریر کو اہمیت دی گئی ہے۔ اور اسلوب محض لفظیات سے تشکیل نہیں پاتا، اس میں ترکیب و ترتیب بھی اہمیت رکھتی ہے۔ اسی کو فصاحت کہتے ہیں۔
>
> اس نوع کے انتخاب سراسر ذوق پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس نکتے کو سامنے رکھ کر اس مجموعے کا مطالعہ کیا جائے۔ اگر کسی پیرے میں کسی قاری کو اسلوب کی کوئی خوبی نظر نہ آئے تب بھی بیان سیرت تو ہے ہی، جس کا مطالعہ نہ لطف سے خالی ہے، نہ فوائد سے۔ (ص ۷)

یہ مختصر اشاعت اردو سیرت نگاروں کے جواہر قلم کا ایسا خوش نما نذرانہ عقیدت ہے جو ادبیت، شعریت، غنائیت اور لفظی محاسن وصنائع بدائع سے مملو ہونے کے ساتھ ساتھ دعوت فکر وعمل سے بھی آراستہ ہے۔ اس مختصر مجموعے میں ساٹھ کے قریب اردو کے معروف وغیر معروف اہل قلم کی نگارشات کے اقتباسات شامل ہیں۔

اس مجموعے کا صحیح تعارف اس کے مطالعے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے البتہ اس کے چند اقتباسات ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

مولانا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں:

تو اَن پڑھ ہے اور حروف و کتاب سے نا آشنا، لیکن تیری عظمت کی گواہی دینے والے وہ ہوں گے، جنہیں ناز اپنے علم وفضل پر اور دعویٰ اپنے کمالِ فن کا ہوگا۔ کچھ لوگ تیرے اقوال اور ملفوظات کی جمع وتحقیق اور ان کی شرح وتفسیر میں اپنی اپنی عمریں بسر کریں گے اور بخاری ومسلم ابن حجر وابن جوزیؒ کی طرح محدثین کے گروہ میں محشور ہونا اپنے لئے باعث فخر سمجھیں گے۔ ایک گروہ تیرے بتائے ہوئے احکام کی جانچ پڑتال اور ان سے استنباطِ جزئیات کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کردے گا اور ابو حنیفہؒ وشافعیؒ، مالک وابویوسف، نخعی ومزنیؒ کے مثل افتا وتفقہ کو اپنے لئے باعث سعادت خیال کرے گا۔ ایک جماعت تیری باطنی تعلیمات کی دل دادہ ہوکر راہ سلوک ومجاہدے میں پڑ جائے گی اور کتنے ہی جنیدؒ وشبلیؒ، جیلانیؒ واجمیری، تیری ہی مشعل سے اپنے اپنے چراغ نسلاً بعد نسلٍ جلاتے رہیں گے۔ رومؒ وسعدیؒ، حافظ وسنائیؒ، اکبر واقبال، اپنے شاعرانہ کمالات کو تیری غلامی پر نثار کردیں گے۔ ابو حامد غزالیؒ اور ولی اللہ دہلویؒ اپنی سربلندی تیرے ہی بتلائے ہوئے حقائق واسرار کی تشریح وترجمانی میں سمجھیں گے۔ اور رازی وطوسی، فارابی وابن سینا کو عقل ودلیل کے طوفان میں اگر پناہ کہیں ملے گی تو تیرے ہی دامن کے سائے میں۔ (ص ۲۵)

مولانا سید مناظر احسن گیلانی:

یوں تو آنے کو تو سب ہی آئے، سب میں آئے، سب جگہ آئے (سلام ہو ان پر) بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے، لیکن کیا کیجئے کہ ان میں جو بھی آیا، جانے کے لئے آیا، پر ایک اور صرف ایک جو آیا اور آنے ہی کے لئے آیا، وہی جو آگنے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا، چمکا اور پھر چمکتا ہی چلا جارہا ہے، بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جارہا ہے، سب جانتے ہیں اور سبھوں کو جاننا ہی چاہئے کہ جنہیں کتاب دی گئی اور جو نبوت کے ساتھ کھڑے کئے گئے، برگزیدوں کے اس پاک گروہ میں اس کا استحقاق صرف اسی کو ہے اور اس کے سوا کس کو ہوسکتا ہے جو پچھلوں میں بھی اس طرح ہے جس طرح پہلوں میں تھا۔ دور والے بھی اس کو ٹھیک اسی طرح پارہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے، جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا، جو آج بھی اسی طرح پہچانا جاتا ہے اور ہمیشہ پہچانا جائے گا

جس طرح کل پہچانا گیا تھا کہ اس کے اور صرف اسی کے دن کے لئے رات نہیں، ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے۔ (ص ۶۲)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی:

انسانیت ایک سرد لاشہ تھی جس میں کہیں روح کی تپش، دل کا سوز اور عشق کی حرارت باقی نہیں رہی تھی۔ انسانیت کی سطح پر خودرو جنگل اگ آیا تھا، ہر طرف جھاڑیاں تھیں، جن میں خون خوار درندے اور زہریلے کیڑے تھے یا دلدلیں تھیں، جن میں جسم سے لپٹ جانے والی اور خون چوسنے والی جونکیں تھیں۔ اس جنگل میں ہر طرح کا خوف ناک جانور، شکاری پرندے اور دلدلوں میں ہر قسم کی جونک پائی جاتی تھی لیکن آدم زادوں کی اس بستی میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا۔

دفعتاً انسانیت کے اس سرد جسم میں گرم خون کی ایک رو دوڑی، نبض میں حرکت اور جسم میں جنبش پیدا ہوئی۔ جن پرندوں نے اس کو مردہ سمجھ کر اس کے بے حس جسم کی ساکن سطح پر بسیرا کر رکھا تھا، ان کو اپنے گھر ہلتے ہوئے اور اپنے جسم لرزتے محسوس ہوئے۔ قدیم سیرت نگار اس کو اپنی خاص زبان میں یوں بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ شاہ ایران کے محل کے کنگرے گرے اور آتش پارس ایک دم بجھ گئی۔ زمانہ حال کا مورخ اس کو اس طرح بیان کرے گا کہ انسانیت کی اس اندرونی حرکت سے اس کی بیرونی سطح میں اضطراب پیدا ہوا۔ اس کی ساکن و بے حرکت سطح پر جتنے کم زور اور بودے قلعے بنے ہوئے تھے، ان میں زلزلہ آیا۔ مکڑی کا ہر جال ٹوٹتا اور تنکوں کا ہر گھونسلا بکھرتا نظر آیا۔ زمین کی اندرونی حرکت سے اگر سنگین عمارتیں اور آہنی برج خزاں کے پتوں کی طرح جھڑ سکتے ہیں تو پیغمبر کی آمد آمد سے کسریٰ و قیصر کے خود ساختہ نظاموں میں تزلزل کیوں نہ ہوگا۔ (ص ۸۲)

اگر اس اشاعت خاص کو نظر ثانی کے بعد مزید اضافوں کے ساتھ کتابی شکل میں مرتب کر کے اشاعت جدید کی شکل دی جائے تو اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆